www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قانونی خلا اور شریعتِ محمدیؐ

آج کل نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں جو چند مسائل اہمیت سے ملک و ملت کو درپیش ہیں اُن کے بارہ میں گذشتہ شمارہ میں ہم اجمالی تبصرہ کر چکے ہیں ۔ آج کی صحبت میں ہم سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بنچ کے ۵ر جولائی ۱۹۸۹ء کے ایک فیصلہ کی روشنی میں تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ فوجداری کی پچاس سے کچھ اُوپر دفعات کے کالعدم قرار پانے سے بظاہر جو قانونی خلاء باور کرایا جا رہا ہے اس پر اپنی گذارشات پیش کرتے ہیں ۔

واضح رہے کہ قبل ازیں یہی خلاء حق شفع کے قانون مجریہ ۱۹۱۳ء کی کئی دفعات کو عدالتِ عظمیٰ کے مذکورہ بنچ کی طرف سے غیر اسلامی قرار دینے سے بھی پیدا ہوا تھا جو ۳۱ر جولائی ۱۹۸۶ء تا ۲۹ر مارچ ۱۹۹۰ء تقریباً ۲ سال آٹھ ماہ قائم رہا ۔ حتیٰ کہ حکومتِ پنجاب نے نیا حق شفع کا قانون نافذ کر دیا ۔ جسے پھر دوبارہ اُحکامِ اسلامی کے خلاف ہونے کی بناء پر وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا چکا ہے ۔

اندریں حالات یہ سوال اُبھرا کہ تقریباً ساڑھے تین سال جب حق شفع ۱۹۱۳ء کا متبادل قانون موجود نہیں تھا تو جو مقدماتِ شفع دائر ہوئے اُن کا کس قانون سے فیصلہ کیا جائے گا ؟ اگرچہ وفاقی شرعی عدالت کے زیرِ غور

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

قانونِ شفع مجریہ ۱۹۹۰ء سے قبل زیرِ سماعت مقدمات کی ایک بڑی تعداد ملکی عدالتوں میں دائر ہے۔ تاہم قانونِ شفع کا زیادہ تر تعلق دیہی زندگی کے ایک مخصوص حصّہ سے ہے۔ جبکہ تعزیراتِ پاکستان کی کالعدم ہونے والی دفعات کا تعلق عام مارکٹائی سے لے کر قتل تک کے شدید جرائم سے ہے جو معاشرتی بدحالی اور معاشی ابتری کے سبب پُورے مُلک میں روز افزوں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وفاقی حکومت نے اس بارے میں ۱۸ فروری ۱۹۹۰ء کو سپریم کورٹ میں نظرثانی کی درخواست دی اور ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء کی جو آخری تاریخ اصلاحِ قانون کے لیے مقرر تھی اُس میں مزید مُہلت بھی مانگی جسے سپریم کورٹ نے پہلے ۱۴ مارچ ۱۹۹۰ء کو مسترد کر دیا لیکن بعد ازاں مرکزی حکومت کو ۳۰ مئی ۱۹۹۰ء تک مہلت بھی دے دی۔ نظرثانی کی درخواست اگرچہ میعاد گزرنے کے بعد دائر کی گئی ہے۔ تاہم مرکزی حکومت نے ۳۰ مئی ۱۹۹۰ء کو نظریۂ ضرورت کے تحت سہ بارہ مزید لمبی مُہلت طلب کی ہے۔ لہٰذا اس سنجیدہ مسئلہ میں ماہرینِ قانون کی معاونت بھی لی گئی۔

بہرصُورت سپریم کورٹ کی طرف سے پہلے ۲۰ جون ۱۹۹۰ء تک فیصلہ محفوظ رکھ کر پھر تاحکمِ ثانی غیر محدُود توسیع دے کر اسے التواء میں رکھا تو جا رہا ہے لیکن کابینہ کی طرف سے سب کمیٹی کی تشکیل اور بیرونی ممالک کی رپورٹوں کے حوالہ سے مرکزی حکومت کے رویّہ کی نشاندہی بھی ہو رہی ہے لہٰذا مجوّزہ قانونی خلاء کا مسئلہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ دونوں کے لئے امتحان بن گیا ہے۔ جس کے جواب میں یہ نکتہ اُحکامِ اسلامی کے معیارِ قانون ہونے کے اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ کیا موجودہ قانونی خلاء میں دستورِ مُلکی کی رُو سے براہِ راست شریعتِ محمدیؐ سے استفادے کی کوئی صُورت نکل سکتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر کیا ہمارے جج حضرات اور وُکلاء اس اہم ذمّہ داری سے عُہدہ برآ ہونے کی اہلیّت بھی رکھتے ہیں؟ فی الوقت ہم دستور کے مروجہ عملی پہلو اور جج و وُکلاء حضرات کی اہلیّت سے قطع نظر مذکورہ بالا اعلیٰ عدالتوں کی ذمّہ داری اور بصیرت افروز فیصلہ کے لئے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

منتظر ہیں کہ اس کے نہ صرف قانونی ملکی پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ بلکہ یہ فیصلہ شاید پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہو۔

ہم اپنے تبصرہ کی تمہید میں ہی یہ بات واضح کئے دیتے ہیں کہ چونکہ ہمارے قانون دانوں کی تربیت اور ہمارا قانونی مزاج ایک خاص انداز پر دفعہ وار قانون کی لفظ بہ لفظ پیروی میں ڈھلا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم اس طرح کی دفعہ وار تدوینِ قانون سے اس قدر مانوس ہو چکے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی کامیاب تجربہ سے بھی آشنا ہونے کو تیار نہیں۔ حالانکہ یہ انداز ہمارے لئے افرنگی سامراج کی غلامی کے ورثہ کے طور پر مقبول ہے ورنہ خود برطانیہ اپنے ہاں رسم ورواج (عُرفِ عام) کو بنیادی دستور کی حیثیت دیتا ہے اور اس کی تدوین بھی ہوتی ہے تو عدالتی تشریحات اور تعینات کے بعد گویا ہمارے لئے غلامی کا طریقہ، الفاظ و حروف کی پابندی اور اُن کے لئے آزاد نقش روایات۔

بہرحال ہماری حالیہ گفتگو دو زاویوں سے ہو گی۔ اِن شاء اللہ!

۱۔ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کی رُو سے۔

۲۔ قانون اور شریعت کے تقابلی تصوّرات سے۔

(۱) چونکہ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ (شریعت بنچ) کے اختیارات کا منبع دستور پاکستان ہے۔ اس لئے ہماری پہلی گفتگو اسی کی روشنی میں ہو گی۔ زیر بحث دفعات (فوجداری قانون) کو غیر اسلامی قرار دینے کا اختیارات مذکورہ عدالت کو دستور کے باب ۳ الف کی دفعہ ۲۰۳ - D کے تحت حاصل ہے جو یُوں ہے:۔

203-D. Powers, Jurisdiction and Function of the Court. (1) The Court may, [10][either of its own motion or] on the petition of a citizen of Pakistan or the Federal Government or a Provincial Government, examine and decide the question whether or not any law or provision of law is repugnant to the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran'

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

and the Sunnah of the Holy Prophet (PBUH), hereinafter referred to as Injunctions of Islam.

قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ کوئی قانون اگر احکامِ اسلام Injunctions of Islam) کے منافی ہونے کی بناء پر کالعدم ہو جاتا ہے تو حکومت کو عدالت کی مقررہ مدت کے اندر نئی قانون سازی کرنا پڑتی ہے۔ اور اس قانون سازی کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ وہ احکامِ اسلامی کے مطابق ہو ورنہ یہ قانون بھی اسی طرح ختم کر دیا جائے گا جس طرح پہلا قانون ختم ہو گیا۔ یہیں سے دستور میں احکامِ اسلام کی قانون پر مستقل بالادستی کا تصور حاصل ہوتا ہے۔ جسے دستور کی مزید صراحت سے دیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل دستوری ... بھی ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ دستورِ پاکستان کے باب (۱) کی دفعہ (۲) یوں ہے:

Islam shall be the State religion of Pakistan.

اس دفعہ سے پاکستان کے اسلامی نام کے بعد دستور کی تفصیل میں ہی اسلام سرکاری مذہب قرار پایا جو گویا بنیاد ہے دستور ... ان ساری دفعات کے اسلام کے مطابق بننے کی جن میں مذکورہ ... ۲-۳-۵ بھی شامل ہے۔

(ب) اسی دفعہ ۲ کی تکمیل دستور میں دفعہ (۲-A) سے یوں کی گئی ہے کہ قراردادِ مقاصد کو آئین کا اصلی مؤثر حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ... قراردادِ مقاصد کا ابتدائی حصہ یوں ہے:-

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful:

Whereas sovereignty over the entire universe belongs to Allah Almighty alone and the authority which He has delegated to the State of Pakistan, through its people for being exercised with limits prescribed by Him is a sacred trust;

دستور کی (۲-A) کے ضمیمہ میں قراردادِ مقاصد کے ابتدائی حصہ میں ہی درج ذیل باتیں بالخصوص زیرِ توجہ ہیں:-

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(i) حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو قرآن کی آیت ان الحکم الا للہ (الأنعام: ۵۷) کا مفہوم ہے۔

(ii) مملکتِ پاکستان کو اختیارات حقیقی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں۔

(iii) مملکت کو اختیارِ حکومت یا دستور و قانون سازی کلی نہیں بلکہ مقررہ حدود سے پابند ہے۔

(iv) اختیارات کا استعمال مقدس امانت کے طور پر ہونا چاہیے جس میں حدود سے تجاوز ہو اور نہ امانت میں خیانت کی جائے۔

(ج) دستور کی دفعہ (۲ الف) کی رو سے قراردادِ مقاصد کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and the Sunnah ;

مذکورہ عبارت دستور سے یہ پالیسی اصولاً طے پا گئی کہ دستور پاکستان اس کا پابند ہے کہ وہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق گزارنے کا سامان مہیا کرے۔

یہ دستوری دفعات جہاں حکومت کو پابند بناتی ہیں کہ وہ اپنی جملہ کارگزاری اسلامی احکامات کے تابع رکھے۔ وہاں فرد و معاشرہ کی کارکردگی کو بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام دینے اور دلانے کو لازم کرتی ہیں جس کے خلاف اگر کوئی قانون رکاوٹ بنتا ہو تو اسے درست کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے تو شہری کا بنیادی حق بھی۔

واضح رہے کہ دستور کی دفعہ ۸ کی رو سے بنیادی حقوق سے متصادم کوئی بھی قانون کالعدم قرار پاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قراردادِ مقاصد کے مذکورہ بالا فقرہ (ج) میں درج الفاظ بنیادی حقوق کی دفعہ ۸ کی روشنی میں دیکھیں تو مسلمانوں کا یہ انفرادی اور اجتماعی حق بھی بنتا ہے کہ جس طرح وہ قرآن و سنت میں مرتب اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہوں۔ یعنی وہ ان کا بنیادی حق ہے۔ اسی طرح حکومت و ریاست کا فرض ہے کہ وہ ان کے لئے جملہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اِنتظامی اور عدالتی فیصلے شریعت کے مطابق کریں کیونکہ جو ریاست کا فرض ہے وہ مسلمانوں کا حق ہے اور یہی بنیادی حق باقی سارے قوانین پر بالادستی بھی رکھتا ہے۔

اِسی کے ساتھ ساتھ صدر، وزیرِاعظم، گورنر، وزراء سمیت جملہ اراکین پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبران کے علاوہ عدلیہ، فوج وغیرہ کے سربراہان کے حلف نامے جو دستور کے شیڈول ۳ میں درج ہیں ملاحظہ کریں تو حکومت کے تینوں شعبوں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے ارکان کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قیامِ پاکستان کی اساس (اسلامی نظریہ) کو برقرار رکھنے کی بھرپور جدوجہد کریں۔ گویا اِن دستوری تصریحات سے یہ عیاں ہو گیا کہ قانونی طور پر نہ صرف مسلمانوں کے لئے احکامِ اسلام کی بالاتر حیثیت ہے، بلکہ پاکستان کے ہر شہری بشمول غیر مسلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نظریہ پاکستان کا تحفظ کرے جو دستورِ پاکستان کی رُو سے "اسلام" ہی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ موجودہ دستور کی رُو سے بھی شریعت کو بنیادی حیثیت اور قانونی بالادستی ثابت ہے۔

(۲)۔ قانون اور شریعت کے تقابلی تصورات سے:۔

جب شرعی عدالت کے اختیار زیرِ دفعہ ۲۰۳-ڈ اور دستور میں دیگر اِسلامی دفعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احکامِ اسلامی کو دیگر قوانین پر بالادستی حاصل ہے۔ تو اب ہم اصل سوال کی طرف آتے ہیں کہ قوانین کے کالعدم قرار پانے سے جو بظاہر خلاء نظر آتا ہے اس کی موجودگی میں حقوق کا مسئلہ ہو یا جرائم کی سزا! تو اُن کا فیصلہ کس کے تحت کیا جائے گا؟ اس سوال کا جواب ہم پہلے قانون کے عام تصور سے دینا چاہتے ہیں کہ قانونِ ملکی میں کوئی خلاء رہ جائے یا بعد میں پیدا ہو تو اس سلسلے میں اعلیٰ عدالتیں کچھ اصولی مسلمات سے کمی کو پورا کرتی ہیں۔ چونکہ سیکولر قانون میں خدا کا ذکر نہیں کیا جاتا، لہٰذا قدرتی اِنصاف، عالمگیر سچائیاں اور معاشرتی روایات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ بنیادی تصورات قانون کی اصل رُوح اور قوت شمار ہوتے ہیں۔ اس کے بالمقابل پاکستان میں حاکمیت اللہ کی تسلیم ہے۔ لہٰذا وحی الٰہی جو کتاب وسنت ہیں کی حیثیت اِسی طرح اصل اور بنیادی قانون کی ہو گی گویا مزعومہ قانونی خلاء کا جواب یہ ہوا کہ اسے کتاب وسنت (شریعت) ہی پُر کرے گی۔ جسے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بالاترین قانون (SUPREME LAW) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس بات کو ایک دوسرے پہلو سے بھی دیکھیے کہ جب اللہ تعالیٰ SOVEREIGN ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول، جیسا کہ حلف ناموں اور دستوری ترمیم ۱۹۷۴ء میں اسے مزید زوردار بنایا گیا۔ اسی لئے دستور کی دفعہ ۲۲۷ میں ہر قانون کے لئے قرآن وسنت سے ماخوذ اسلامی احکام کی مطابقت ضروری قرار دی گئی ہے تو ایک نکتہ سامنے یہ آتا ہے کہ ایسی شریعت کا قانوناً وجود یا نفاذ موجود ہے جس کی مطابقت لازمی ہے۔ چنانچہ اس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو شریعت نافذ کی ہے وہ عبادات ومعاملات بشمول حکومت وسیاست ہر طرح مکمل ہے اور جس کا اعلان (ENFORCEMENT) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال میں مکمل طور پر کر دیا ہے۔ اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کے سبب کوئی شخص شریعت کی کسی جزوی کو منسوخ کر سکتا ہے اور نہ شریعت پر اضافہ کر سکتا ہے تو ایسی شریعت کی موجودگی میں اس کے منافی قانون کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ اب موضوعہ قوانین کے جواز اور فوائد ونقصان سے قطع نظر یہ بات تو طے ہے کہ شریعت نافذ العمل موجود ہے۔ اگر وہ نافذ نہ ہوتی تو عبادات میں نماز، روزہ۔ خاندانی معاملات میں نکاح، طلاق، وصیت وغیرہ اور معیشت وسیاست میں حرام وحلال کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا کہ نفاذِ قانون کے بغیر قانون کی پابندی کرانے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ ہے کہ قانون موضوعہ کی موجودگی میں بھی شریعت کا نفاذ فی الواقع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وضعی قانون شریعت سے ٹکرائے گا تو اس وقت اس کی اصلاح ضروری ہو گی۔ یہیں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر شریعت کے منافی قانون کی عملاً اصلاح نہیں ہوتی تو شریعت بطورِ قانون کے تو موجود ہے۔ لہٰذا فیصلے اسی کے ساتھ کئے جائیں گے۔

جہاں تک وفاقی حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ کے مذکورہ بالا فیصلے کی وجہ سے قانونی خلاء کا شور وغوغا ہے۔ وہ دیگر کئی اعتبار سے بھی محلِ نظر ہے:۔

(۱) سپریم کورٹ نے ۵ جولائی ۱۹۸۹ء کے فیصلے میں قوانین کی اصلاح کیلئے آخری تاریخ ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء مقرر کی تھی جبکہ وفاقی شرعی عدالت کے کئی سال قبل تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ فوجداری کی زیرِ بحث دفعات کو اسلام کے منافی قرار دینے کے فیصلہ سے ہی اصلاحِ قوانین کے لئے متنبہ ہو جانا چاہئے تھا۔ لہٰذا سابقہ حکومت نے اس سلسلے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں قصاص و دیت کا ایک مسودۂ قانون بھی تیار کرایا تھا جس سے موجودہ حکومت کو بوجوہ اتفاق نہیں تو اس کی اصلاح ۲۳ / مارچ ۱۹۹۰ء تک ممکن تھی، لیکن وفاقی حکومت نظریۂ ضرورت کے سہارے مہلت پر مہلت تو مانگتی ہے مگر اپنی ذمہ داری پوری کرنے کو تیار نہیں۔ حالانکہ ضرورت کی رعایت صرف اسے مل سکتی ہے جو اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مخلصانہ کوشش کرے ورنہ کوتاہی کرنے والا نتیجہ کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔

(ب) دستور کی رُو سے کسی قانون کے اسلام کے منافی قرار دینے کے ساتھ عدالت کو صرف اتنا اختیار ہے کہ وہ ایک متعین تاریخ اصلاح قانون کے لئے دے۔ جو مذکورہ قضیہ میں ۲۳ / مارچ ۱۹۹۰ء مقرر تھی۔ اس کے بعد عدالت کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ مزید مہلت دے سکے۔

(ج) شرعی عدالت کے طریق کار سے جب کوئی قانون اسلام کے منافی قرار پاتا ہے تو مقررہ تاریخ گزرنے پر وہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ گویا تعزیرات پاکستان میں قصاص و دیت کے شرعی احکامات جو اگرچہ شریعت کی رُو سے پہلے بھی نافذ تھے جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا، دستورِ پاکستان کے تحت بھی مقررہ تاریخ کو وہ بحال ہو گئے۔ چنانچہ شریعت کی تعلیمات میں مقتول یا مجروح فریق کو معافی یا خون بہا (دیت) کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا مقررہ تاریخ کے التواء کے سبب اس اختیار کی مزید معطّلی کی صورت میں جو ملزم پھانسی یا دیگر سزائیں پائیں گے وہ کس کی گردن پر ہوں گی؟

(د) وفاقی حکومت نے کالعدم قوانین کے بارے میں بظاہر اپنی سنجیدگی باور کرانے کیلئے کابینہ کی ایک سب کمیٹی اٹارنی جنرل مسٹر یحییٰ بختیار کی سربراہی میں تشکیل دی ہے۔ اس کی ہیئت ترکیبی سے قطع نظر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قصاص و دیت کے کسی قدیم یا جدید مسودہ پر غور و فکر اسلامی نظریاتی کونسل بھی کر چکی ہے اس کے بارے میں قانونی طریق کار تو پارلیمنٹ کا تھا جو اندریں میعاد اختیار نہیں کیا گیا پھر اصل ذمہ دار بھی دستور کی رُو سے صدرِ مملکت ہیں لیکن وفاقی کابینہ جو کمیٹیوں اور کمشنوں کا رستہ اپنا رہی ہے، وہ تاخیری حربوں کے سوا کیا ہے؟

دراصل وفاقی حکومت کی طرف سے بحران کا پروپیگنڈا قانونی حلقوں کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے ہے تاکہ وفاقی حکومت نفاذِ شریعت یا قانون کی اسلامی احکامات سے مطابقت کی ذمہ داری سے پہلوتہی کر سکے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ